© rasailojaraid.com

اِسلام اور اِشتراکیت

وجوہ مماثلت و مخالِفت

از ملک حامد حسین صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

ذیل کا مضمون مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لا مرحوم کی مشہور انگریزی تصنیف کے ایک باب کا ترجمہ ہے جس میں فاضل مصنف نے پہلے اسلام اور بالشوزم کے نقطہائے مماثلت پر بحث کی ہے، اور پھر بالشوزم پر اسلامی نظام کی فوقیت و برتری دلائل سے ثابت کی ہے امید ہے آج کل کے "جدت پسند" نوجوان اس کو دلچسپی سے پڑھکر عبرت پذیر ہونگے۔ "برہان"

اگر اسلام کے معاشرتی اور سیاسی دستور کا بالشویک آئین سے موازنہ کیا جائے تو آپس میں بنیادی مماثلت ملیگی۔ دونوں کے مقاصد بعینہٖ ایک ہیں، تمام انسانیت کی فلاح و بہبود کی جستجو دونوں کے پیشِ نظر ہے، دونوں سرمایہ کی عام تقسیم پر نظر رکھتے ہیں، دونوں انفرادیت کو اشتمالیت[1] میں ضم کردیتے ہیں۔ قومیت دونوں کے آستانہ پر آکر بین الاقوامیت کا رنگ و روپ اختیار کرلیتی ہے، اجتماعیت اور اشتمالیت دونوں نظریات کی بنیاد ہے۔ یہاں تک کہ خلیفۂ ریاست ایک معمولی شہری سے کسی اعتبار سے بھی برتر حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ "نامنظوری[2]"، اور "رائے فیصل[3]" کے امتیازی اختیارات شاہی کا بھی مالک نہیں۔ وہ ریاست کا خادم محض ہے۔ ایک نوکر جس کی گردن پر عام شہری سے زیادہ

---

[1] اشتمالیت (Communism) املاک کو ملک و قوم کل مشترک ملک بنانے کا اصول جس کی رو سے ہر فرد کو حسب ضرورت اور حسب قابلیت حصہ دیا جائے۔

[2] نامنظوری (Veto) [3] رائے فیصل (Casting Vote)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہ داریوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ جب حضرت عمرؓ سے عرض کیا گیا کہ وہ اپنے لائق فرزند کو مسندِ خلافت کا
وارث نامزد کر دیں، اُنھوں نے جواب دیا کہ یہی کیا کم ہے کہ ان کے خاندان کے ایک فرد نے
اس عہدہ کے بار کو سنبھالا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ اُن کے حدود شہر میں ایک غریب بوڑھی عورت
فاقوں سے مر رہی ہے حضرت عمرؓ نے اس غفلت کے لیے اپنے تئیں ذمہ وار ٹھہرایا۔ بیت المال سے
غلہ کا ایک بورا نکالا اور اپنی پشت پر لاد کر اُس تک پہنچایا۔ اُس سے معافی کے ملتجی ہوئے کیونکہ یہ
ان کا فرض تھا کہ وہ ریاست کے بوڑھے اپاہجوں اور بے کسوں کی خبر گیری کریں۔ قرآن مجید میں
مسلمانوں کے اخلاق کا طغرائے امتیاز یوثرون علیٰ انفسہم (وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے
ہیں) بتایا گیا ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کے اخلاق کا بنیادی اصول بن گیا تھا۔

مسلمانوں کی عبادات میں بھی اجتماعیت کی جھلک نمایاں ہے۔ حج کے وجوب میں بین
الاقوامیت پنہاں ہے زکوٰۃ اشتمالیت کے اصولوں پر مبنی ہے۔ یعنی ریاست جمع شدہ سرمایہ ان
افراد میں تقسیم کر دیتی ہے جو کسی معذوری کی وجہ سے اس سے محروم ہوں۔ ریاست کے تحفظ کی ذمہ داری
فرداً فرداً ایک سے لے کر تمام لوگوں پر فرض کر دی گئی ہے۔ اسلامی ریاست میں ایک شہری لشکری
ہوتا تھا، جن پر قانونِ جہاد نافذ تھا۔ ریاست کی شہنشاہیت[1] رعایا کے دست اقتدار میں ہوتی تھی۔
ان کی آواز ہر معاملہ میں اثر انداز ہوتی تھی۔ اکثریت اگر کسی قسم کی بدعنوانی کرنی بھی چاہے تو وہ بنیادی
آئین میں دخل نہیں دے سکتی اور نہ اقلیت پر مظالم توڑ سکتی تھی، اسلامی حکومت کے تمام بنیادی
آئین اور قوانین خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ انسانی قوانین کو اس خدائی آئین کی خلاف ورزی
کوئی دسترس حاصل نہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ موخرالذکر قوانین انسانی کو اول الذکر سے ہم آہنگ

[1] ریاست کے حکمراں کی بے پایاں اور اصلی قوت حکومت، حقیقۃً اسلامی نظام حکومت میں شہنشاہیت صرف
خدائے بزرگ و برتر کو حاصل ہے۔ اور خلیفہ اُس کا نائب ہے۔ اسی لیے کئی صدی تک خلیفہ کو بادشاہ یا شہنشاہ کہنا گناہ سمجھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ پیغمبر بھی خدائی قانون کے اصولوں میں دخل درمعقولات کرنے سے معذور ہے۔ یہ خدائی آئین سب کے حق میں غیر جانبدارانہ ہیں۔ چاہے وہ منعم ہو یا غریب، شاہ ہو یا درویش، مزدور ہو یا آجر، کسان ہو یا تعلقہ دار۔ حتیٰ کہ پیغمبر بھی ایک تیسرے آدمی کی طرح اس کی گرفت کی زد میں رہتا ہے۔ معاشرتی پہلو سے بھی اسلام اور بالشویت ایک ایسے سماج کی بنیاد ڈالنے کی تبلیغ کرتے ہیں جو طبقاتی امتیازات سے پاک ومنزہ ہو۔ سیاسی طور پر ان کا مرجعِ نظر وہ مساوات حقیقی ہے جس کی وجہ سے تمام اختیارات کی باگ عوام کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ جہاں رنگ، طبقہ اور وطن کے قیود کو عالم تصور میں بھی ماننا گناہ اور عظیم گناہ ہے۔

بالشویت کے ظہور اور لینن کی شہرت سے مدتوں قبل پروفیسر نالڈک (Noldeke) دستور اسلام کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

"حضرت عمرؓ نے ایک مکمل عسکری اور دینی جمہوری حکومت قائم کی تھی۔ مذہب کے احکام کی سخت پابندی کرائی جاتی تھی۔ خلیفہ بہت معمولی اور سب سے زیادہ کمزور رعایا کی طرح زندگی گذارتا تھا۔ لیکن مفتوح قوموں سے وصول کیے ہوئے خراج اور لاتعداد مال غنیمت سے ہر عرب کو حسب ضرورت مشاہرہ دیا جاتا تھا، اس میں عورت اور بچے بھی حصہ دار ہوتے تھے۔ اس تنخواہ کی مقدار ایک خاص میزان کے مطابق ترتیب پاتی تھی۔ یہ تقسیم مندرجہ ذیل اصول کے ماتحت عمل میں آئی تھی۔

"ہر وہ مال جو غنیم یا رعایا سے وصول کیا جائے تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے"

اس لیے مشترک اخراجات کی ادائگی کے بعد بقیہ سب مسلمانوں میں خرچ کر دیا جاتا تھا۔"

اسلام نے اجتماعیت کے اصول کو مارکس اور لینن کے تولد سے صدیوں قبل قانون کی شکل دے دی تھی۔ جس طرح بالشویت کے دشمن اس کو خلاف قدرت ٹھہراتے ہیں اسی طرح پروفیسر نالڈک (Noldeke)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی دستور کو "جبلتِ انسانی کے برعکس" گردانتا ہے۔ عصر حاضر کے حریف بالشویت کی طرح نالڈک کو اسلام کے خلاف یہ جملے لکھ کر انتہائی مسرت ہوئی تھی " کہ اسلام کا عسکری اشتمالی نظام طویل عرصہ کے لیے شرمندۂ وفا نہ ہوا"۔

اس کے عرصۂ مدید تک وفا نہ کرنے کی علت نالڈک کی نگاہوں میں یہ اصول ہے کہ "دوسری قومیتوں کے نومسلموں کو بھی عربوں کا ہم رتبہ خیال کرنا چاہیے۔ جو عملاً کبھی بھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا تھا"۔ یہ محض نالڈک کا وہم وگمان ہے کہ اسلامی نظام عسکری تھا۔ یا عرب غیر عرب کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ حقیقتاً اسلام کے اشتمالی نظام کی عملی ناپائداری دنیا کے رنج وتعب کا سبب بن گئی۔ نالڈک اس حد تک صحیح ہے جہاں وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ اسلام نے ایک آزاد جمہوری حکومت قائم کی، اور یہ کہ اس کا نظام بالشویت کی طرح اشتمالیت کی دیواروں پر قائم ہے۔

بالشویک قانون کے ماتحت جو حیثیت ایک بالشویک Commisar کی ہے وہی بعینہ ایک خلیفہ اسلام کی ہے۔ کچھ غیر متعلق لوگ اس کے مشاہرہ کی مقدار معین کر دیتے ہیں اور وہ اپنے ذاتی مصارف کے لیے ایک پائی بھی زائد نہیں لے سکتا۔ وہ حکومت کے دوسرے خادموں کی طرح خود بھی ایک خادم ہوتا ہے۔ جو حکومت لینن کو حاصل تھی اور جو اختیار واقتدار آج اسٹالن کے قدم چوم رہا ہے اس کا نصف غلبہ بھی ایک خلیفہ کو نصیب نہ تھا۔

اسلامی قانون کے ماتحت ایک خلیفہ کو ان عامری اختیارات کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں جس سے آج کل کی نام نہاد جمہوریتوں کا دوامی صدر[1] لطف اندوز ہوتا ہے۔ خلیفہ سے اُمید کی جاتی تھی کہ اُس کی زندگی بلند، اور ارفع اخلاق وروحانیت کی شان کا مظاہرہ ہو۔ چونکہ یزید معیار اسلامی پر نہ اتر سکا اس لیے پیغمبر کے نواسہ نے خود علم بغاوت بلند کیا اور اُس سے برسرپیکار ہوئے۔

بالشویت اور اسلام کی اس بنیادی مماثلت کو بالشویت کے دشمنوں نے بھی تسلیم کیا ہے

© rasailojaraid.com
[1] Life long president

© rasailojaraid.com

محترم جناب قسٹر صاحب نے "تاریخِ یورپ" میں لکھا ہے۔

اگرچہ روس کے انتہا پسندوں نے مذہب کو افیون تبلایا اور اُسے ترک کرنے کی عوام سے درخواست کی مگروہ پھربھی اسلام کی طرح ایک دینی عقیدہ کے امتیاز کا حامل تھا۔ یہ وسیع المشربی[1]۔ مجاہدہ اور تبلیغ و اشاعت پر مشتمل تھا۔ لینن (Lenin) اس کا پیغمبر اور اشتمالی جماعت اس کا کلیسا ہے۔

پروفیسر مسائی نن (Massignon) کے تصور میں اسلام اور بالشوزم کا صحیح ترنقشہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں :-

"اسلام اس امر کا داعی ہے کہ ہر شہری قوم کے مجموعی سرمایہ میں اپنی وسائل آمدنی کا عُشر داخل کر کے مصارفِ حکومت کو مساویانہ طور پر برداشت کرے۔ بالشویت کی طرح اسلام غیر محدود تبادلہ، لین دین کا سرمایہ، ریاستی قرض، اہم ترین اشیا ضرورت پر بالواسطہ محصول کا دشمن ہے۔ لیکن یہ باپ اور شوہر کی ذاتی ملکیت اور تجارتی سرمایہ کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ الغرض اسلام متوسط طبقہ کی سرمایہ داری اور بالشویک اشتمالیت کے بین بین ایک درمیانی راستہ تلاش کرتا ہے"

حقیقت یہ ہے کہ اس آخر تیرہ[3] صدی میں جتنی سیاسی، معاشی، معاشرتی، اور اقتصادی اصلاحات دنیا کے پردہ پر رونما ہوئیں بالشویک نظریہ اسلام سے قریب ترین ہے۔ لیکن غیر جانبدار مشاہدہ کرنے والے کو اس امر کا پتہ ہے کہ اسلام ان سب سے بھی بہتر نظام پیش کرتا ہے۔ مثلاً بالشوزم موجودہ صورت حالات کو دیکھ کر کسی نہ کسی طرح طبقہ مزدور کی آمریت کے قیام اور نفاذ کو جائز قرار دیتا ہے۔ لیکن اسلام نفس آمریت کا سرے ہی سے مخالف ہے۔ حتیٰ کہ اُس نے اعلیٰ اور ادنیٰ طبقات کے

[1] وسیع المشربی Cosmopolitanism

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امتیازات کو اُٹھا دیا ہے۔ اور اس کے بجائے عالمگیر برادری کی بنیاد ڈالی ہے۔ دوسرے اعتبار سے بھی اسلام نے ایک بہتر اور محفوظ راہ اختیار کی ہے۔ پروفیسر ایچ۔ اے۔ آر۔ گب نے "Whether Islam" میں لکھا ہے کہ مغربی دنیا میں اسلام ہنوز انتہا پسند مخالف نظریات میں توازن قائم کیے ہوئے ہے۔ ایک طرف یورپی حکومتوں کی قومیت کا نراج اُسے کسی طرح نہیں بھاتا۔ دوسری طرف روسی اشتمالیت کی جمعیت بندی (طبقۂ مزدور) اُس کو کسی طور پسند نہیں۔ الحاصل اسلام اقتصادیات زندگی کے وہم وگمان کے تسلط سے مغلوب نہیں ہوا ہے جو عصر حاضر کے روس اور یورپ دونوں کی خصوصیت امتیازی ہے۔ اسلام کی سب سے عجیب وغریب فتح یہ ہے کہ اس نے اقلیت کو اکثریت کے ظلم وتعدی سے بچا لیا۔ قرآن نے مسلمانوں کو "امۃً وسطاً" کے نام سے پکارا ہے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اسلام توازن قائم رکھتا ہے۔

اسلام کے انقلابی نظام نے بالشویزم سے کہیں زیادہ دلیرانہ جذبات بیدار کردیے تھے حضرت عمرؓ کے عہد میں ربعی بن عامر نامی مسلمان قاصد نے رستم سپہ سالار ایران کے دربار میں جس حیرت انگیز جرأت ودلیری سے گفتگو کی تھی، اور رستم کو ترکی بہ ترکی جواب دے کر خاموش کردیا تھا، آزادی ضمیر وتقریر کی تاریخ میں اُس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

الغرض اسلام کا راستہ درمیانی ہے۔ اس نے انفرادی آزادی کو بڑی حد تک برقرار رکھا ہے لیکن بالشویزم کے نظام میں لوچ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پروفیسر گب کے الفاظ میں "مزدوروں کی جمعیت بندی تھوڑا سا جادۂ اعتدال سے ہٹ کر عمل میں لائی گئی ہے۔ حیاتِ انسانی نے حد سے زیادہ مصنوعی اور غلامانہ شکل اختیار کرلی ہے اور فرد محض مشین بن کر رہ گیا ہے" اگرچہ اتحاد اسلامی اور وحدت بالشویت ہر اعتبار سے وحدت اور یگانگت رکھتے ہیں مگر اسلامی قالب میں ایک ایسی رُوح ہے جو بالشویزم میں مفقود ہے۔ اسلام بالشویزم سے اس حد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک بلند ہے جتنا ایک انسان چالاک اور خوش سلیقہ خرگوش سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ اسی طرح وحدت اسلامی اور بالشویت کے دستور میں بھی یگانگت پائی جاتی ہے مگر ایک پر روح کا غلبہ ہے اور دوسرا اس سے قطعاً عاری ہے۔ ایک طرف لوچ۔ انفرادی اختیار تمیز، قوت فیصلہ، ذاتی آزادی کا وجود اور چند موضوعات پر انفرادی رائے پائی جاتی ہے تو دوسری طرف سخت جمعیت بندی اور مشین کی سی زندگی ہے جس نے انسان کو غیر ارادی اور غیر شعوری بنا کر رکھ دیا ہے۔ انہی چیزوں کے پیدا ہو جانے سے اس کے نظام میں اختلافات رونما ہو گئے ہیں جن کو سماج کی فلاح کے لیے جلد سے جلد محو کر دینا چاہیے۔

پیغمبر عرب صلعم ایک عالمگیر مشن لے کر آئے تھے جس کی ہدایت آغاز نبوت سے شروع کر دی گئی تھی۔ قرآن اس امر کا شاہد ہے کہ پیغمبر آخر الزماںؐ کافۃً للناس یعنی جمیع انسانیت کے ہادی بن کر تشریف فرما ہوئے تھے۔ خدائے بزرگ و برتر نے ان الفاظ میں اعلان فرمایا ہے۔ "اے محمد میں نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت اور ہدایت کا حامل بنا کر بھیجا ہے" ایک جگہ فرمایا ہے۔ "وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعالمین" (میں نے تیرے وجود کو عالمین کے لیے باعث رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔ یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ بجائے لفظ عالم کے عالمین استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کا مشن صرف مادی دنیا تک محدود نہ تھا۔

محمدؐ کی ذات گرامی اب بھی عالمین کے لیے نزول رحمت کا ذریعہ ہے "رحمۃ للعالمین" کے علاوہ اور کسی جملہ کا تلاش کرنا ناممکن ہے جو اپنے اختصار اور موزونیت کے باوجود اسلامی مشن کے اطراف واکناف پر حاوی ہو۔ اسلام کے جوہر معانی کو اس سے زیادہ جامع اور واضح صورت میں پیش کرنا بعید از قیاس ہے۔ اسلام صرف اسی دنیا میں بشارت کا مژدہ سنانے نہ آیا تھا بلکہ ان تمام عالم کے لیے جن کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ حقیقۃً رحمۃ للعالمین کا لقب پیغمبر اعظم کے لیے موزون ترین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ رحمت بحیثیت پیغامبر، ہادیِ عالم، رہبرِ انسانیت ہر عہد اور ہر زمانہ کے لیے۔ رب العالمین کا رسول بننے کے لیے رحمۃ للعالمین کی ہی شخصیت موزوں ترین ہو سکتی تھی۔ جو اس دنیا سے کربِ بلا، ظلم و تعدی، رنج و تکلیف، غربت اور غلامی کا قلع قمع کر سکتا تھا۔ ۶۔ دسمبر ۱۹۱۸ء میں بعنوان "محمدؐ اور انجمن اقوام" ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس میں مصنف نے اسلامی مشن کی عالمگیریت اور اسلام کے بنیادی مقاصد کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔ "محمد صلعم کے سامنے اقوام کا کوئی سوال نہ تھا۔ اس کی نگاہ میں انسانیت عالم کے علاوہ کوئی دوسری قوم موجود نہیں رکھتی۔ وہ ملکوں کے درمیان سرحد کی تمیز نہیں کرتا۔ اور نہ وہ نسلوں اور قبیلوں کے درمیان فرق کرنا سکھاتا ہے۔ وہ رنگ اور طبقہ کی تنگ نظریوں سے آزاد ہے۔ اس کی تمنا تمام عالم کی انسانیت کو واحد قوم کی شکل میں دیکھنا چاہتی ہے۔ اس نے ایک اور صرف ایک خدا کی تبلیغ کی۔ اور اُس نے بتایا کہ اس زمین پر بسنے والے تمام انسان ایک وسیع برادری کے رشتہ میں منسلک ہیں۔ قبیلہ، ملک، رنگ وغیرہ کا امتیاز باطل اور بناوٹی ہے۔ پس ان کو ہمیشہ زائل کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ ہر فرد اپنے کو اس عالم بے کنار کا ایک شہری تصور کرے۔ اس کا جذبۂ وطنیت لامحدود اور بے پایاں ہے۔ ہر انسان اپنی جائے سکونت کو تبدیل کر سکتا ہے۔ ایک برطانوی باشندہ چین کا شہری بن سکتا ہے لیکن انسان انسانی قالب کو اُتار پھینکنے سے عاجز ہے"۔

رسول مقبولؐ ایک عامل انسان تھے، اُنھوں نے انقلابِ عالم کی تکمیل کی غرض سے تمام وسائل اختیار کیے۔ انھوں نے اپنے تمام صحابہ کو عرب کے وحشی قبائل میں ہر چہار طرف روانہ فرمایا تاکہ تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ انہیں امن و سلامتی کے ساتھ راہ راست پر لا سکیں۔ لین پول رقمطراز ہے:۔

"فتح مکہ نے فتح عرب کا دروازہ کھول دیا۔ قلیل عرصہ کے بعد تمام عرب اسلام کا حلقہ بگوش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگیا، اشاعتِ اسلام کی داستانیں ہر خاص و عام کے گوش گذار ہو چکی ہیں۔ جزیرہ نمائے عرب کے گوشہ گوشہ سے قاصد آتے ۔ پیغمبر آخر الزماں کے حضور میں وفا و عقیدت کے نذرانے گذارتے لیکن اسلام کی عالمگیری کے لیے عرب کی پہنائی تنگ تھی ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق و مغرب کے تمام جابر بادشاہوں کو خسرو شاہ ایران سے لے کر یونان کے شہنشاہ تک کو بیباک پیغام بھیجے ۔ جن سے مصالحت کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے ۔ وہ یہ تصور بھی نہ کرسکتے تھے کہ دعوت اسلام اس قدر مقبول ہو جائیگی اور اسلام ان کے دروازوں کو سچے اور مضبوط ہاتھوں سے کھٹکھٹائیگا ۔ رسولؐ کے ان خطوط میں سے جو شاہوں کے نام ارسال کیے گئے تھے ایک خط اپنی اصلی شکل میں موجود ہے ۔ اس خط میں ہر خاص و عام کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے ۔ اسلام ساری دنیا کا قانون ہے ، ازل سے لے کر عہد حاضر تک دنیا اسلام ایسا انقلاب انگیز نظام پیش کرنے سے قاصر رہی ہے ۔ کیونکہ اُس نے روئے زمین کی بنیادوں میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا ۔ اور نہ کوئی دوسری چیز انسانی علم و خبر میں ایسی ہے جس نے تمام وسیع دنیا پر اسلام سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہو"۔

مارکس کے ذہن میں جو انقلاب شکل اختیار کر رہا تھا وہ بھی عالمگیری پر مبنی تھا ۔ اس اعتبار سے وہ اسلامی انقلاب سے بہت ملتا جلتا ہے ۔ اور کم از کم نظریاتی حیثیت سے ۔ لیکن اس کی وسعت سیکڑوں اور ہزاروں میل کم ہے ۔ بالشویک انقلاب کی بنیاد مارکس کے نظریاتی اصولوں پر قائم ہے جس کے پیشِ نظر عالمگیر انقلاب تھا ۔ اور اُس کے انقلاب کا مقصد یہ تھا کہ زمانہ موجودہ کے معاشرتی نظام کو تشدد سے زیر و زبر کر دیا جائے ۔

بالشویک ہنگامہ کے دوران میں یہ نعرہ لگاتے تھے "او فاقہ زدہ قیدیو! بیدار ہو جاؤ ۔ اے کرۂ ارض پر بسنے والے بدبختو! اٹھ کھڑے ہو ۔ کہ انقلاب تمہیں پکار رہا ہے"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹراٹسکی دائمی انقلاب[1] کا داعی تھا جس کو توضیحاً عالمگیر معاشرتی انقلاب کہہ سکتے ہیں۔ اس کے
...یں لینن صلح Brest Litovsk کے وقت اپنی تمام توجہ اور عمل صرف انقلاب روس تک محدود
...نے کا حامی تھا۔ پس اسٹالن کے اس منقول کو تسلیم کرنا محال ہے کہ "لینن مرتے دم تک دائمی انقلاب
...نظریہ سے بغاوت کرتا رہا" لینن نے اپنے اوائل انقلاب ہی میں "لائحہ عمل کے مضمون" میں ایک
...لکھا ہے "اگر بالشویک خود خوفزدہ نہ ہوں اور اگر وہ روسی حکومت پر غلبہ حاصل کرلیں تو اس روئے
...پر کوئی طاقت نہیں ہے جو بالشویت کے نظریہ کی اشاعت میں دخل انداز ہو سکے۔ اور آخر کار
...ت و کامرانی ان کی غلام بن جائیگی"۔

ان مطالبات میں جن کو لینن نے "مزدوروں اور مظلوموں کے حقوق کے اعلان" کی شکل
...پیش کیا تھا جہاں اور بہت سے مقاصد بیان کیے گئے ہیں وہیں یہ الفاظ بھی درج ہیں "سماجی
...م کا قیام اور تمام ملکوں میں اشتراکیت کی فتح" دونوں نظریات یکساں ہیں مگر فاتح ازلی یعنی
...مقبول اپنے نظریہ کو درجہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب رہے لیکن مارکسیت اور بالشویت
...ب ابھی تشنۂ تعبیر ہے۔ اسلام ایک مسلمہ عالمگیر طاقت ہے۔ ایچ جی۔ ویلز بھی جو پیغمبر صاحب
...وصاف پر آنکھیں بند کرلیتا ہے لکھتا ہے کہ "انسانی مساوات پر اسلام نے بلا امتیاز مذہب و
...زور دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی عملی بھائی چارگی نے جو اس کے روزانہ کا معمول ہے عقیدۂ اسلام
...حاضر کی مہذب دنیا میں بھی زبردست طاقت بنا دیا ہے"

اسلام نے سرمایہ داری پر تین طرف سے وار کیا ہے۔ اوّل قیام زکوٰۃ۔ حکومت صاحب
...عت کی جمع کی ہوئی دولت کا ایک حصّہ وصول کرتی ہے اور اُسے غریبوں اور ان میں جو مالی
...ت کے مستحق ہیں تقسیم کر دیتی ہے، دوئم امتناع ربوا۔ ربوا سرمایہ پر سود لینے کی ایک مہلک شکل

---

[1] ...ئمی انقلاب Permanent revolution

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا نام ہے جس کا عربوں میں کثرت سے رواج تھا۔ ربوا کے ذریعہ سرمایہ اصل کا دوگنا اور چوگنا ہو جاتا
جس کا انجام یہ تھا کہ قرض لینے والا بہت جلد دیوالیہ ہو جاتا تھا کیونکہ لا انتہا مقدار سود کی ادائیگی کی
وجہ سے اس کی پونجی میں گھن لگنے لگتا۔ قرآن مجید میں ہے "اللہ نے تجارت کو جائز قرار دیا مگر ربو
کو حرام کر دیا" حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے سود لینے والے، دینے والے، سود
دستاویز لکھنے والے اور اُس پر شہادت کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ انسدادِ ربوا نے سرمایہ دار
پر ضرب کاری لگائی۔ اسلام نے سرمایہ داری کے قصر پر تیسرا حملہ اُس وقت کیا جب یہ آیت نا
ہوئی کہ احتکار و اکتناز کرنے والوں کو خدا کے قہر و غضب سے ڈرنا چاہیے۔

(ترجمہ آیت) وہ جو سیم و زر کو گاڑتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے ان سے اعلان
کر دو کہ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر صاحب نے خود ایک روایت سے اس امر کی تصدیق کی
"حشر میں حساب و کتاب کے دن ان لوگوں کے بازو، پیشانی اور پشت سزاءً داغ دیے جائینگے جنہو
بغیر حق زکوٰۃ کی ادائگی کے سیم و زر جمع کیا۔" یہ سرمایہ داری کے لیے مہلک ترین دھکا تھا۔ تیسرے خلی
کے دور میں اس ذہنیت نے سنجیدگی اور متانت کا رُخ اختیار کیا۔ ابوذر غفاریؓ رسول مقبولؐ
پاک طینت اور پرہیزگار صحابیوں میں تھے۔ وہ ان کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے انہیں "ہمدم
کرتے تھے۔ اس سے آپس کی وابستگی اور محبت کی گہرائی کا پتہ لگتا ہے۔ آنحضرت (صلعم) کے انتقال
بعد اُن کا گذر علاقہ شام سے ہوا۔ اس وقت وہاں کی اسلامی حکومت کے گورنر حضرت معاویہؓ
ابوذر غفاریؓ کو احساس ہوا کہ یہ گورنر اسلام کے سماج کو رومی شہنشاہیت کے آب و رنگ سے مزین کر
ہے۔ رعایا میں اکتناز دولت کی حرص پیدا ہو چکی ہے۔ اور عوام عیش و عشرت، لہو و لعب میں زندگی گذا
کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ انہیں سخت ترین صدمہ ہوا۔ پس اُنہوں نے اس لغو ذہنیت اور فاسد

© rasailojaraid.com

ے یہ قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ ہے۔

© rasailojaraid.com

لاف بغاوت اور اجتہاد کو اپنا فریضہ سمجھا۔ کیونکہ ان کو کامل یقین تھا کہ یہ ارشادات نبوی کے قطعاً ت ہے۔ انہوں نے سرمایہ داری، ذاتی ملکیت، اور اکتنازِ دولت کے چھکڑے اُڑا دیے دوسرے میں اُنہوں نے صحیح اشتراکیت اور اشتمالیت کی تلقین کی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام کے آغاز ہی میں چند مسلمانوں نے اشتراکیت کے دو انتہائی ں طے کر لیے تھے۔ بالشویت تیسرے خلیفہ کے دور میں اور نراج ولاحکومیت اس کے بعد چوتھے ے کے عہد میں رونما ہوئیں حضرت علیؓ خود ایک لاحکومتی (فوضوی) کی تلوار کا نشانہ بنے جس پنے ہمخیالوں کی جماعت کے ساتھ اعلان کر دیا تھا کہ اسلامی سماج کو خلیفہ اور اسلامی حکومت ار کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کو خوارج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کی جماعت لاحکومیت صولوں کے پیشِ نظر گورنر مصر وشام کو بھی قتل کر دینا چاہتی تھی لیکن بدقسمتی سے حضرت علیؓ ان ام سیاست میں گرفتار ہو گئے۔ مگر امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ بچ نکلے۔

اسلام نے مذہب اور طبقہ کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا ہے۔ اسی لیے اسلامی سماج میں ت اور اچھوت، ادنی اور اعلیٰ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسانوں کی جمیع آبادی ر مساوی عزت اور مرتبہ کا مستحق ہے۔ اور سب طبقے انسانیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ رسولِ لؐ نے مزدوروں (غلاموں) کی حالت کے سدھار کا بیڑا اٹھا لیا۔ آنحضرتؐ نے غلاموں کو آزاد ں کا مرتبہ بخشا۔ حالانکہ یہود کا برتاؤ ان کے ساتھ بہت ناگوار تھا۔ عیسائیت غلاموں کی قسمت سے تجاہل عارفانہ رہی۔ رومیوں کی قانون سازی حالات وکوائف کی آہنی دیوار کے مقابلہ کرنے میں سر پھوڑ دست و پا بیٹھ گئی۔ لیکن نبی امیؐ نے مختلف اقدامات سے ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگا دیا۔ اس سے بہتر طریقہ پر اور کوئی شخص اصلاح نہ کر سکتا تھا، اور ابھی تک دنیا دانستہ یا نادانستہ طور

کومی Anarchist

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پران نکموں کی قسمت کا کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہ کر سکی ہے۔ اسلام نے فوراً غلامی کی انسداد کے لیے چند قوانین وضع کیے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) کوئی مسلمان غلام نہیں بنایا جا سکتا۔

(۲) جنگ کے قیدی اسلام قبول کرنے پر خود بخود آزاد ہو جائینگے۔ اگر اُنھوں نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تو وہ فدیہ دے کر آزاد کیے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ موسوی قانون کے مطابق جنگ کے قیدی کو محض تلوار کی ایک ضرب ہی رہا کر سکتی ہے۔

(۳) غلاموں کی آزادی اسلام میں مرغوب اور پسندیدہ کارِ ثواب ہے۔ اس عمل سے بہت سے گناہ دُھل جاتے ہیں۔

(۴) سزا کے وقت مجرم کو مجبور کیا جاتا تھا کہ غلام آزاد کر دے۔

(۵) پوشاک اور غذا کے اعتبار سے آقا اور غلام میں تمام امتیازات اُٹھا دیے گئے ہیں۔

(۶) ایک غلام اپنے آقا کی لڑکی سے رشتۂ زن و شو قائم کر سکتا ہے۔

(۷) اگر ایک آزاد مرد کی باندی سے کوئی اولاد پیدا ہو تو وہ آزاد تسلیم کی جائیگی۔

(۸) غلام سے حقارت آمیز اور ذلیل برتاؤ کرنا گناہ ہے۔

(۹) ایک مزدور سے اُس کی بساط اور ہمت کے مطابق کام لینا چاہیے۔ اگر وہ کام مشکل ہے تو آجر کو خود حصہ بٹانا چاہیے۔

(۱۰) بیت المال کا قومی سرمایہ غلاموں کو آزاد زندگی بخشنے میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

(۱۱) اگر آقا اپنے عہدنامہ کی تکمیل میں ناکامیاب ثابت ہو (جو اُس نے غلام سے کیا ہے) تو اس شکستِ معاہدہ کی صورت میں غلام اپنے کو آزاد کرا سکتا ہے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com